تفہیم ہندومت سے متعلق ابوریحان البیرونی اور چند منتخب مصنفین کی اہم آراء کا باہمی مطالعہ

Understanding Hinduism, a Collective Study by Abu Raihan Al-Beruini and Others with their Related Important Views

مریم نورین*

ڈاکٹر اظہار خان**

Abstract

Hinduism is one of the most ancient religions of the world originated in the Subcontinent. This religion has always been of a significant value in the history of world religions. The subcontinent has been the birth place of many Dharmic Religions like Buddhism and Jainism, as well as it has been a center of many Abrahamic Religions such as Christianity and Islam. The Interaction between the Muslims and the ancient people of subcontinent began right after the migration of Prophet Muhammad ﷺ in Madinah. Therefore, the Muslim scholars tended to study the religion of Indian people and their life style. Abu Rehan Alberuni was the first person who initiated Indology, the study of indo religions. He wrote an encyclopedic book "کتاب فی تحقیق ماللہند من مقالہ مقبولہ ومردود".

After Al-Beruni, the Hinduism became a subject of research for the muslim scholars. Many Muslim scholars like Maulana Ubaid Ullah, Dr. Meher Abdulhaq, Maulana Shams Naveed, Dr. Zakir Naik and Muhammad Shariq have profound academic works on Hinduism. Therefore, in this article the views of these thinkers and understanding of Hinduism will be reviewed.

Key Words: Dharmic religions, Subcontinent, Muslim Scholars, Hinduism.

مصنفین کے نزدیک ہندومت کا تعارف

ہندومت ایک ایسا مذہب ہے جو ہر نوعیت کے عقائد و رسومات کا مجموعہ ہے۔ اس مذہب میں اس قدر فرقے، تصورات اور رسوم ہیں کہ انھیں یکجا کرنا ناممکن ہے۔ اکثر مصنفین کا یہی کہنا ہے کہ ہندومت کی کوئی بھی

* پی ایچ ڈی اسکالر، شہید بینظیر بھٹو ومن یونیورسٹی پشاور۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان۔

تعریف نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً سوامی دیانند سرسوتی کے مطابق:

"ہندومت کی اصطلاح وسیع بھی ہے اور مبہم بھی۔ چنانچہ اس کی کوئی بہتر و اطمینان بخش تعریف نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس کے باوجود اگر اس کی اصطلاح کے بارے میں جو کچھ کہا جاسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ یہ ایک مذہب ہے جو ہندو کا ہے۔"[1]

اس حقیقت کے باوجود مختلف مصنفین نے اپنی تفہیم کے مطابق ہندومت کا تعارف اور اس کی توضیح بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے مطابق:

"ہندومت یا ہندوازم لفظ ہندو سے نکلا ہے۔ یہ وہ لفظ ہے جو انیسویں صدی میں انگریز دریائے سندھ کی وادی میں رہنے والے لوگوں کے متنوع اور مختلف عقائد اور نظریات کے لیے مجموعی طور پر استعمال کرتے تھے۔"[2]

حافظ شارق اپنی کتاب میں ہندومت کی تعریف و توضیح پر تفصیلی بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"ہندو دھرم دراصل مذہب اور عقائد کے معاملے میں آزادی کا نام ہے لہٰذا ہندومت کی طرح ہندو کی تعریف کو بھی کسی مذہب یا عقیدے میں قید کرنا اس دھرم کی شان کے منافی ہے۔"[3]

البیرونی گو کہ باقاعدہ ہندومت یا ہندو کی توضیح نہیں کرتے لیکن یہ بتاتے ہیں کہ جو شخص تناسخ کا قائل نہیں ہے، وہ ہندو نہیں ہے اس کا شمار ہندوؤں میں نہیں ہو سکتا۔ ہندومت یا ہندو کی تعریف (Definition) سے متعلق اکثر ماہرین اتفاق رکھتے ہیں کہ اس مذہب کی کوئی بھی تعریف و توضیح نہیں کی جاسکتی۔ البیرونی اور دیگر مصنفین کے مابین یہ ایک بنیادی نوعیت کا اختلاف ہے۔ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ البیرونی کے دور میں غالباً تناسخ ہندوؤں کا ایک متفق علیہ عقیدہ ہو یا ان کا سابقہ کسی ایسے مکتب فکر سے نہ ہوا ہو جو تناسخ کے منکر ہیں۔

سنسکرت زبان

سنسکرت زبان ہندوؤں کے ہاں مقدس زبان سمجھی جاتی ہے اور تمام ہندو صحائف سنسکرت زبان میں ہی لکھے گئے ہیں۔ یہ زبان ہزاروں برس پرانی ہے اور اپنی اصل صورت میں کہیں بھی بولی نہیں جاتی۔ یہ بلاشبہ ایک کرشمہ ہے کہ ہندوؤں نے ہزاروں برس گزرنے کے بعد بھی اس زبان کو کسی نہ کسی صورت میں بہرحال محفوظ رکھا ہے۔ تاہم ہزاروں برس گزرنے کی وجہ سے اس زبان میں جو غیر ضروری وسعت، پیچیدگی اور

اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، اس نے ہندو مت کی صحیح تفہیم میں بہت سی مشکلات کھڑی کر دی ہیں۔ یہ مسئلہ موجودہ دور کا نہیں بلکہ قدیم زمانے سے ہی ہندوؤں کے ہاں رہا ہے۔ ڈاکٹر مہر عبد الحق کہتے ہیں کہ نرکتا جو دراصل ویدوں کی تفہیم کے لیے لکھی گئی تھی اس کا مقصد سنسکرت کی مشکل کو ہی آسان کرنا تھا:

"رگ وید کے اکثر حصے کو آج پوری طرح نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی تشریحات پر سب سے پہلے لکھی جانے والی کتاب کا نام "نُرکتا" ہے جو غالباً ۵۰۰ ق۔م میں لکھی گئی ہے۔ اسے "لَیسکا کی نُرکتا" کہتے ہیں اس میں الفاظ کے مآخذ دیئے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانہ میں ہی آریا برہمن بہت سے متروکات کے معنے بھول گئے تھے جس کی وجہ سے اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت پیش آئی"۔[4]

حافظ محمد شارق اس بارے میں لکھتے ہیں:

"آریوں کا مذہبی سرچشمہ اب بھی وید ہی تھا جو مزید قدیم اور متبرک حیثیت اختیار کر چکے تھے لیکن اب یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ مقامی اثرات، زبان کی تبدیلی اور ایک بڑا زمانہ گزر جانے کی وجہ سے رگ وید کے ان قدیم الفاظ کا پس منظر برہمن طبقے کے ذہنوں سے محو ہو رہے تھے۔"[5]

ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں:

"ویدوں کی زبان پر سب سے مستند کتاب "نرکت" سمجھی جاتی ہے جو کہ پانچویں یا چھٹی صدی قبل مسیح کی کتاب ہے۔ یعنی اصل سنسکرت ویدک دور سے تقریباً 1000 ہزار برس بعد۔ خود وید اور اس کی شروحات بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ 1200 قبل مسیح کے دور تک سنسکرت ایک مردہ زبان ہوتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ راماین کا آٹھویں صدی عیسوی کا ایک جدید ورژن "اتر رام چرتم" کئی مقامات پر یہ اطلاعات دیتا ہے کہ سنسکرت بالعموم مذہبی طبقہ ہی جانتا تھا اور عام لوگ پراکرت بولا کرتے تھے۔"[6]

البیرونی اپنی کتاب کا آغاز ہی اس بات سے کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے مذہب اور ان کے حالات کی تفہیم میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں جس میں سب سے پہلی مشکل سنسکرت زبان ہے۔ واضح رہے کہ البیرونی نے یہ شکوہ لگ بھگ ہزار برس پہلے کیا تھا، اس کے بعد بھی سنسکرت زبان میں بے تحاشا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ البیرونی نے سنسکرت زبان کی تین مشکلات کا ذکر کیا ہے:

سب سے پہلی مشکل زبان کی وسعت ہے۔ ایک ہی معنی کے لیے متعدد الفاظ موجود ہیں اور ایک ہی الفاظ متعدد معنی بھی دیتا ہے۔ یہ اس زبان کی سب سے بڑی مشکل ہے کہ کس طرح متعدد معنوں میں کسی ایک معنی کا تعین کیا جائے۔ یہ کام زبان پر صحیح مہارت، موقع کلام کی تفہیم اور بلاغت کے علم کے بغیر ناممکن ہے۔ اس مشکل کا اظہار حافظ محمد شارق بھی اپنی کتاب "ہندو مت کا تفصیلی مطالعہ" میں کرتے ہیں:

"ویدوں کی شاعری سمجھنا بھی انتہائی مشکل کام ہے۔ایک ہی لفظ کے سینکڑوں متضاد معنی موجود ہیں جس کا تعین سیاق وسباق سے کیا جاتا ہے۔مثلاً لفظ سوم کو ہی لیا جائے تو اس کے معنی چاند، علم، خدااور ایک خاص مشروب کے ہیں۔ سنسکرت کی جامعیت بھی بسااوقات دیگر زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنے میں پریشان کن ہو جاتی ہے۔لفظ پر جاپتی کے عام معنی ہیں مخلوقات کا مالک۔لیکن اس کے معنی سردار اور باپ بھی ہیں۔ کئی مترجمین اس کا ترجمہ اصطلاح کے طور پر "پر جاپتی" ہی کر لیتے ہیں، جس سے بسااوقات ہندو دیومالائیت اور عقائد کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے"۔[7]

دوم یہ کہ سنسکرت زبان بھی دو طرح کی ہیں۔ایک وہ جو عامیانہ ہے اور دوسری قسم علمی زبان کی ہے۔غالباً عامیانہ زبان سے ان کی مراد ہندی زبان ہی ہو گی جو اس دور میں سنسکرت کے ہی لہجے میں بولی جاتی تھی اور فارسی اثرات سے قبل سنسکرت زبان سے زیادہ قریب تھی۔ جبکہ علمی زبان سے مراد سنسکرت ہی ہو گی جس میں ہندوؤں کے مقدس صحائف لکھے گئے ہیں۔تاہم یہ ذہن میں رہے کہ سنسکرت زبان بھی ایک ارتقاپذیر زبان رہی ہے جس میں ہر دور میں بہت سافرق رہاہے۔

ان مشکلات کے باوجود جن کا ذکر البیرونی سمیت تمام مصنفین نے کیا ہے، مولانا شمس نوید عثمانی مسلم اسکالرز کو سنسکرت سیکھنے کی تلقین کرتے ہیں تاکہ دعوتی مقاصد پورے کیے جاسکیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

"صرف ہندی جاننے سے بھی کام نہیں چلے گا۔اصل گمراہی ویدوں ،پرانوں اور اپنشدوں کے ہندی ترجموں سے پھیلی ہے۔امت میں سے ایسے افراد کو سنسکرت سیکھنے کے لیے سامنے آنا ہو گا جن کی دینی بیک گراؤنڈ بھی ہو۔یہ کام بظاہر محنت طلب ہے۔لیکن اگر اللہ کے رسول ﷺ کے کاتب حضرت زید رضی اللہ عنہ چند دن میں سریانی سیکھ سکتے تھے۔ مولانا حمید الدین فراہی سریانی اور عبرانی سیکھ سکتے تھے۔ البیرونی سنسکرت سیکھ سکتے تھے تو ہمارے قرآن وحدیث کا علم رکھنے والے نوجوان سنسکرت کیوں نہیں سیکھ سکتے۔اگلے چند برسوں میں جب تک امت میں ایسی کھیت تیار ہو اس وقت تک ایک کام ہے جو ہم کر سکتے ہیں۔ نفرتوں کی خلیج کو پاٹنے کا کام۔"[8]

وید کا تعارف

وید ہندوؤں کی اساسی کتب ہیں اور ہر مکتب فکر اپنے عقیدے کی سند ویدوں سے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔البیرونی اور دیگر مصنفین نے اپنی اپنی کتب میں وید کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ البیرونی وید کا تعارف اس طرح کرواتے ہیں:

"لفظ "یا وید" کے معنی ہیں اس چیز کو جان لینا جو معلوم نہ ہو۔ہندو بیذ کو اللہ کا کلام کہتے ہیں جو برہما کے منہ سے نکلا ہے۔ برہمن بغیر مطلب سمجھے ہوئے اس کی تلاوت کرتے ہیں اور اسی طرح آپس میں اس کو سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس کی تفسیر جانتے ہوں اور ایسے لوگ ان سے بھی کم ہیں جو استدلال اور مناظرہ کے طریقے پر اس کے معانی و مطالب میں غور و فکر کرتے ہوں۔"[9]

وید کے لغوی معنی کے بیان کے بعد ابو ریحان البیرونی بتاتے ہیں کہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق وید کلامِ الٰہی ہے، اسی کو ہندو مت کی اصطلاح میں شرتی کہا جاتا ہے۔ڈاکٹر ذاکر نائیک بتاتے ہیں کہ "شرتی" سے مراد وہ کتابیں ہیں جو الہامی ہیں۔ڈاکٹر ذاکر نائیک اور حافظ محمد شارق نے بھی شرتی کی اصطلاح استعمال کی ہے، انھوں نے ویدوں کو شرتی میں ہی شامل کیا ہے لیکن محمد شارق ایک اور ہندی اصطلاح اپوروشیا متعارف کرواتے ہیں۔ان کے مطابق عام ہندو ویدوں کو "اپوروشیا(apaurusheya)" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ وید کسی انسان کی تخلیق نہیں بلکہ ایشور کا ذاتی گیان یعنی علم ہے۔[10]

ڈاکٹر ذاکر نائیک کے مطابق:

"وید کا لفظ وِد (یا ودیا) سے نکلا ہے۔ جس کے معنی سیکھنے یا جاننے کے ہوتے ہیں یعنی علم کی بہترین سطح۔ بلکہ یوں کہئے کہ علوم مقدسہ کے لیے وید کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ویدوں کو چار بنیادی قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔"[11]

ڈاکٹر مہر عبد الحق ویدوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"لفظ وید کا مادہ "وِد" ہے جس کا معنٰی جاننا ہیں۔ لہٰذا وید کے معنے ہوئے کھا علم۔تاہم یہ وہ علم ہے جو سُنا سُنایا ہے یا سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا ہے کیونکہ صدیوں تک یہ معرض تحریر میں نہیں لایا گیا۔وید کسی ایک شخص کی تصنیف بھی نہیں ہیں۔انکے بارے میں عام عقیدہ یہی ہے کہ اُنکے مشمولات بہت سے رشیوں پر القاء ہوئے جو انھوں نے آگے اپنے شاگردوں تک پہنچادیئے۔ وِیاس جی ان سب کو ترتیب دینے والا یعنی مرتب یا ایڈیٹر ہے۔

ان تحریروں کے اندر جو "ہدایت" یا "تعلیم" ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ خود خدا کی طرف سے یہ تعلیم جاری ہوئی۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وید اربعہ عناصر سے پھُوٹے ہیں ان اختلافات کے باوجود یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ وید خدا کی طرف سے انسان کو براہِ راست تحفتاً عطا ہوئے ہیں۔اسی وجہ سے انہیں انتہائی مقدس سمجھا جاتا ہے۔تاہم یہ برہمنوں کی خاص ملکیت ہیں۔"[12]

ڈاکٹر مہر عبد الحق بھی اس بات کا ضمناً ذکر کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے مطابق وید خدا یعنی برہما کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں اور اس کی کیفیت سانس کی طرح بتائی ہے جس طرح آگ سے دھواں اٹھتا ہے اسی طرح خدا کی طرف سے تعلیم جاری ہوئی۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب ایک اور عقیدے کا بیان بھی کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کے نزدیک وید کا سرچشمہ عناصرِ اربعہ یعنی آگ، ہوا، مٹی اور پانی ہے۔[13] اس طرح ڈاکٹر عبد الحق اور البیرونی کی طرف سے ہمیں ویدوں کے بارے میں تین طرح کے عقائد کا پتہ لگتا ہے۔

- وید ذاتِ الٰہی سے نکلے ہیں جس طرح آگ سے دھواں
- وید آگ، ہوا، مٹی اور پانی سے پھوٹے ہیں۔

حافظ محمد شارق نے الہام ہونے کے بارے میں قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ پہلے نقطہ نظر کے بارے میں انھوں نے اپنشد کا حوالہ دیا ہے کہ "برہدار نیک اپنشد" کے مطابق وید دراصل ایک عظیم ذات (ایشور) کا سانس ہے۔[14] برہدار نیک اُپنشد کا منتر میں یوں بیان ہوا ہے۔

> "گیلے ایندھن کی آگ چاروں طرف جس طرح بھڑک کر اس سے دھواں نکلے۔ اس طرح اُس عظیم ذات کے سانس یہ سمجھنے چاہیے۔ جو رگ وید، یجر وید، سام وید، اتھر وید، انگی رس، اتہاس، پران، ودیا، اپنشد، شلوک، دیاکھیان اور انو دیاکھیان ہیں، یہ سب اس کے سانس ہی ہیں۔"[15]

خدا کے منہ سے نکلنے سے مراد ان کے نزدیک مجازی معنوں میں الہام ہی ہے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں:

> "ویدوں کی رُو سے حقیقت یہ ہے کہ وید اصل میں چار دیوتاؤں کو عطا کیے گئے اور پھر ان چار دیوتاؤں نے بہت سے رشیوں کو الہام کیے۔ ان رشیوں نے بعض کلام الہام اور بعض انھوں نے یہ کلام خدائی پناہ (Under-ispiration) میں لکھا تھا۔ خود رگ وید کے علاوہ دیگر کتب کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ وید برہما کے منہ سے نکلا ہوا کلام ہے جو بالمعنی الہامی ہے۔"[16]

جبکہ دوسرے نقطہ نظر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ان تین ویدوں کو اگنی، وایو اور سوریہ نامی رشیوں سے نسبت دینے کی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ تین وید بالترتیب انہی کے نام سے شروع ہوتے ہیں۔ یعنی رگ وید کی ابتدا اگنی سے ہوتی ہے تو اسے اگنی دیوتا سے منسوب کر دیا گیا، یجر وید وایو سے شروع ہوتا ہے تو اسے وایو سے منسوب کیا گیا اور سام وید میں وہ منتر جو رگ وید سے نقل ہیں، انہیں نکال دیا جائے تو سام وید بھی ودسوت یعنی سوریہ کے نام سے شروع ہوتا ہے۔"[17]

اس صراحت سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ حافظ صاحب یہ بات پہلے سے طے شدہ مانتے ہیں کہ اگنی، وایواور سوریہ عناصر نہیں بلکہ رشیوں کے نام ہیں۔اس کے لیے انھوں نے "ویدک رشیوں کی بشریت "کاایک عنوان بھی قائم کیاہے جس میں انھوں نے وید کے مختلف منتروں کے حوالوں سے یہ بات ثابت کی ہے کہ وید کی تخلیق میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے، بزرگ، شرابی سبھی شامل تھے اور سب انسان ہی تھے۔[18] ڈاکٹر مہر عبدالحق ویدوں کے الہام کے بارے میں کہتے ہیں:

"منتروں کے مصنف کو جس کے بارے میں کہاجاتاہے کہ اسے خدا کی طرف سے القاءہوا تھا' رشی کہاجاتا ہے۔اس رشی کو Inspired Seer یعنی ایسا شخص سمجھا جاتا ہے جسے الہام ہوتاہے اور جو ہر چیز کو دیکھ سکتاہے۔"[19]

ہندوؤں کے مشہور و معتبر رہنما مہاتما گاندھی کہتے ہیں کہ وید کے الفاظ خدائی نہیں بلکہ انسانی ہیں۔مہاتما گاندھی کے مطابق رشیوں نے آسمانی سچائی سن کر اپنے قلوب میں محفوظ کرلیااور یہ سلسلہ نسل در نسل چلتارہا، یہاں تک کے آریوں کے ہندوستان میں ورود کے بعد کم و بیش گیارہ سو سالوں میں ان کو انسانی الفاظ کا جامہ پہنایا گیا۔[20] مشہور ہندو مصنف ڈاکٹر ہیرالعل وضاحت کرتے ہیں:

"آریوں کے عقیدے کے مطابق خدا نے کچھ ایسے رشیوں(دُور اندیشوں) کے ذریعہ تمام انسانوں کے لیے ایسے قوانین کاانکشاف کیاتھاجن کوانہوں نے بنی نوع انسان کی فلاح وبہبود کی خاطر یکجا کرکے وید کانام دیا۔"[21]

مولاناعبیداللہ بھی تحفۃ الہند میں اسی رائے کااظہار کرتے ہیں کہ وید مختلف لوگوں کاکلام ہے۔مولانالکھتے ہیں:

"چار وید مشہور ہیں جن کے نام یہ ہیں۔(۱)رگ وید (۲) یجر وید (۳) سام وید اور (۴)اتھرین وید لیکن ہندوؤں کی ہی کتابوں سے پتہ چلتاہے کہ اصل میں وید تین ہیں اور چوتھا وید یعنی اتھر وید باقی ویدوں سے ماخوذ ہے۔پران کی مت میں چاروں ویدوں اور وید برہما کی زبان سے یعنی کے چاروں منہ سے نکلے ہیں۔اگر ایسا ہے تو ان کا وقت ایک ہونا چاہیے تھا اور انکی اہمیت بھی برابر ہونی چاہیے مگر ایسا نہیں ہے۔سب ویدوں کی علیحدہ علیحدہ حصے جداجدا رشیوں نے بنائے ہیں بلکہ ان رشیوں کے نام بھی جگہ جگہ ملتے ہیں۔ایسا معلوم ہوتاہے کہ رشی لوگ اپنے اعتقادات کے مطابق جو باتیں کیا کرتے تھے ان باتوں کو ان کے ماتحت لوگ آپس میں وظیفہ کیا کرتے تھے اور یہی اب تک گروچیلا کہہ کر بیان ہو رہاہے۔کیوں کہ بیاس جی سے پہلے یہ چاروں وید نہ تھے۔"[22]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے مورخین کے مطابق ویدوں کی اصل تعداد تین ہی ہے۔ اتھر وید بہت بعد میں لکھے گئے ہیں جیسا کہ اوپر مولانا کے اقتباس سے بھی واضح ہوتا ہے۔ گو کہ چاروں وید، یعنی رگ وید، یجر وید، سام وید اور اتھر وید اصلاً رِگ وید سے ہی ماخوذ ہیں لیکن ان کے باہم بہت سا اختلاف بھی ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ الحق اس اختلاف کے بارے میں کہتے ہیں:

"چونکہ یہ زبانی یاد کرائے جاتے ہیں اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے ہیں اس لئے اختلاف کا پیدا ہو جانا غیر متوقع نہیں تھا۔ ایک روایت کے مطابق رِگ وید کے اکیس مختلف نسخے ہیں۔ ایک اور روایت کے مطابق رِگ وید کے پانچ، یجر وید کے کے بیالیس، سام وید کے ایک ہزار اور اتھر وید کے بارہ نسخے ہیں۔ جس مکتبِ فکر کے پاس جو بھی وید تھا وہ اُسے اصلی وید سمجھتا تھا۔ اگر کسی کے پاس کوئی دوسرا نسخہ اس کے اپنے نسخہ سے مختلف ہوتا تھا وہ اسے رد کر دیتا تھا اور اسکی تعلیم دینے والوں اور اسکی تعلیمات پر عمل کرنے والوں پر لعنت بھیجتا تھا۔ رگ وید سنہتا جو اس وقت موجود ہے صرف ایک مکتبہ فکر ہے۔ یجر وید تین مکاتبِ فکر والوں کا ہے اور اتھر وید ایک مکتبِ فکر کا ہے۔ دوسرے ویدوں کے مکاتبِ فکر میں شدید اختلافات انکے مشنوں کے تفاوت کی وجہ پیدا ہو گئے تھے لیکن یجر وید کے اپنے اندر جو ااختلافات تھے اُنکی بنا پر ایک یجُر وید کو کالا اور دوسرے کو سفید کہا جانے لگا۔ پُرانوں کی ایک روایت میں اس کی توجیہہ اس طرح کی گئی ہے کہ ویاس کا ایک شاگرد "وسیم پاینا" نامی تھا جس کو اُستاد نے یجر وید منتقل کر دیا تھا، مگر شاگرد سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ اس نے اپنے گناہ کا اُتارا کرنے کیلئے شاگردوں کی مدد چاہی۔ اس کے ایک شاگرد یجناد لکیا نے یہ کہہ کر مدد دینے سے انکار کر دیا کہ تم اُتارے کی رسم اکیلے ہی ادا کرو۔ اس گستاخی پر وسیم پاینا کو غصہ آگیا اس نے یجناو لکیا کو بددعا دی جس کے نتیجے میں اُس نے وہ تمام تجُ منتر اُگل دیئے جو استاد نے اُسے پڑھائے تھے"۔

ویدوں میں ان اختلافات کی وجہ حافظ شارق اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اختلاف کی ایک اور وجہ آریوں کی نو آمد شاخیں بھی تھیں جو اپنے ساتھ وید کا کچھ زبانی حصہ لائے تھے۔ ایسے ویدوں سے متعلق بھی آریوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے باقیات آج بھی وید اور برہمنوں کی مختلف شاخوں کی صورت میں ملتی ہیں۔ ان کتابوں کا عہد 1200BC کے بعد سے BC 800 کے درمیان کا ہے۔ اس ادب میں ہمیں جو بڑی معاشرتی تبدیلیاں نظر آتی ہیں ان کی بنیاد پر ہمارے پاس حقیقت تک پہنچنے کے لیے کافی شواہد موجود ہیں کیونکہ تینوں وید اس کے مبہم آثار فراہم کرتے ہیں"۔ [23]

ویدوں کے تعارف کے بعد البیرونی وید کے موضوعات بتاتے ہیں۔ اس بارے میں البیرونی لکھتے ہیں:

"بیدٔ میں اوامر ونواہی (یعنی کرنے اور نہیں کرنے کے احکام) اور ترغیب و ترہیب کے (یعنی اچھے کام کا شوق اور برے کام کے نتیجہ سے خوف دلانے والے) مضامین ہیں، پوری تعریف وتعین اور ثواب وغذاب کی تفصیل کے ساتھ۔ اور اس کا بڑا حصہ تسبیح اور آگ کی قربانیوں کے بیان میں ہے جن کی کثرت تعداد اور مشکل ہونے کی وجہ سے شاید تم ان کی تفصیل بیان نہیں کر سکو گے۔"[24]

حافظ محمد شارق کے مطابق وید کا کوئی ایک موضوع نہیں ہے، بلکہ یہ متنوع موضوعات کی حامل کتاب ہے۔ مظاہر فطرت اور دیوتاؤں کی تعریف و تحسین، دعائیں، ذاتی کیفیات پر مبنی شاعری، احساسات جبکہ بعض مقامات پر واقعات و حقائق کا دھندلا عکس اور اخلاقی تعلیمات بھی ملتی ہیں۔[25]

خلاف عقل امور اور ہندومت

ہندومت کے عقائد و نظریات ہزارہا برس میں ہونے والے فکری و سماجی ارتقا کی روداد بیان کرتے ہیں۔ صدیوں پر محیط اس زمانے میں مختلف قسم کے محرکات سامنے آئے، جن سے مختلف قسم کے عقائد نے جنم لیا۔ ان میں سے بہت سے عقائد باہم متضاد اور عقل کے بھی خلاف ہیں۔ ابو ریحان البیرونی رقمطراز ہیں کہ:

"جب ہم ہندوؤں کے خواص کے طبقہ سے نکل کر ان کے عوام کی طرف آتے ہیں ان کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور کبھی وہ نہایت بھونڈے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے اقوال دوسرے دنیوں میں بھی ہیں بلکہ اسلام میں بھی تشبیہ، جبر اور کسی شے (یعنی کسی مذہبی مسئلہ) میں غور و فکر کی حرمت وغیرہ کے اقوال ،موجود ہیں۔ جن کی اصلاح واجب ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ ان کا کوئی عالم اجسام کی صفات سے اللہ کی براَت ظاہر کرنے کے لئے اس کو نقطہ سے تعبیر کرے اور کوئی جاہل اس کو دیکھ کر یہ سمجھے کہ عالم نے اس چھوٹی چیز سے تعبیر کر کے اس کی بڑائی کی مقدار بتلائی ہے اور وہ نقطہ کی حقیقت نہ سمجھ سکے۔"[26]

اس کی مثال ہم ان اساطیری واقعات کو لے سکتے ہیں جو پرانوں اور رزمیہ ادب میں موجود ہیں۔ دیوتاؤں کے رنگ آمیز قصے، باہم جنگیں اور دیگر واقعات میں موجود ہیں۔ موسیو لیبان فرانسیسی بھی ہندوؤں کے ایک صحیفے، مہابھارت کے بارے میں یہی کہتے ہیں:

"اس [مہابھارت] میں اس قسم کے مسائل ہیں کہ اس کو کوئی یورپی شوق سے نہیں پڑھ سکتا۔ یہ ہمیں ایک ایسی دنیا میں لے جاتے ہیں جہاں کے احساسات اور استدلال ہماری دنیا سے بالکل علیحدہ تھے، اسکے خیالات

ایسے خلاف عقل اور خلاف قیاس ہیں کہ ان سے کسی قدیم اور ابتدائی زمانے میں تو دلچسپی ہو سکتی تھی لیکن یہ ہمارے زمانے کے لیے بالکل ہی ناقابل اعتناہیں۔"[27]

مولانا محمد عبید اللہ مالیر کوٹلوی نے بھی ہندوؤں میں خلاف عقل اور متضاد امور کی جانب نشاندہی کی ہے تاہم حافظ محمد شارق اس بات کو اہمیت کے ساتھ بتاتے ہیں کہ ہندوؤں کے ہاں بہت سے امور خلافِ عقل ہیں اور خود عوام الناس کو ان میں تضاد کا صحیح طرح ادراک نہیں ہے۔ چنانچہ ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان باتوں کو عقلی دلائل کے ساتھ ہنود کے سامنے بیان کرے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ہندوؤں کی بڑی تعداد اس بات سے بے خبر ہوتی ہے کہ وہ کن توہمات پر یقین رکھتے ہیں، نیز نیوگ، ذات پات اور دیگر امور پر ان کی کوئی تنقیدی فکر نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ ضروری ہے ہنود کو اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ عقل و منطق کے میزان میں ان عقائد و نظریات کی کیا حیثیت ہے اور اس میں باہم کس طرح تضاد ہے۔"[28]

رسوم و رواج

جیسا کہ واضح ہو چکا کہ ہندومت ایک ایسا مذہب ہے جو ہندوستان کی وسیع و عریض سرزمین کے مختلف مذاہب کے باہم مربوط ہونے سے تشکیل پاتا ہے، چنانچہ اس مذہب میں کوئی ایسا اصول یا ایسی رسم نہیں ہے جس پر تمام ہندو متفق ہوں۔ ہندوستان کے مختلف خطوں میں مختلف مذہبی رسوم و رواج موجود ہیں جو بیشتر اپنے فلسفے کے اعتبار سے باہم متضاد بھی ہیں اور قدرِ مشترک صرف یہ ہے کہ ہر رسم کی سند ہندو مذہبی روایت سے ہی دی جاتی ہے۔ ابوریحان البیرونی، ڈاکٹر محمد یٰسین اور حافظ محمد شارق نے اپنی کتابوں میں ہندوؤں کے رسوم و رواج کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ تاہم ابوریحان البیرونی اور حافظ محمد شارق نے جن رسوم و رواج کا تذکرہ کیا ہے وہ زیادہ تر بالکل مختلف ہیں، جس کی وجہ غالباً زمانے اور جغرافیہ کا اختلاف ہے۔ ابوریحان البیرونی نے کتاب الہند میں جن رسوم کا ذکر کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

یگیہ/آگ کی قربانی

یگیہ "قربانی" کو کہتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں قدیم زمانے سے یہ رسم رہی ہے کہ وہ آگ میں مختلف اشیاء ڈال کر اس کی ہَون کرتے ہیں۔ اسے عرف عام میں آگ کی قربانی بھی کہا جاتا ہے۔ کتاب الہند کے مصنف آگ کی قربانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آگ کو جب وہ چیز کھلائی جاتی ہے جو اس پر چڑھائی گئی ہے، وہ چیز دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے کہ آگ ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ برہمن جو کچھ اس کو کھلاتا ہے یعنی تیل، مختلف قسم کا غلہ گیہوں، جوار اور چاول وغیرہ۔ اگر یہ قربانی وہ خود اپنے لیے کرتا ہے تو اس پر بید کا وہ حصہ جو اس کے لئے مقرر ہے، پڑھتا جاتا ہے اور اگر دوسرے کے واسطے کرتا ہے تو کچھ نہیں پڑھتا۔"[29]

حافظ محمد شارق نے رسوم رواج سے متعلقہ باب میں آگ کی قربانی کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں لکھی۔ ان کی توجہ زیادہ تر جانوروں اور انسانی قربانی پر رہی۔ آگ کی قربانی کے بارے میں متعلقہ باب میں وہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ اس وقت زیادہ تر جو یجنا ہندوؤں کے ہاں رائج ہے اس میں رسم ادا کرنے والے لوگ آگ میں مختلف قسم کے پھول، گھی اور کچھ دیگر اشیا ڈالتے ہیں اور مقدس کتابوں سے منتر پڑھتے ہیں۔[30] تاہم تاریخ کے باب میں وہ آگ کی قربانی کی تاریخ پر ضمنی طور پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آریوں کے ہاں عبادت کا سادہ سا طریقہ یہ تھا کہ خاندان کے لوگ مذہبی پروہت کی قیادت میں آگ جلا کر دیوتاؤں کی شان میں بھجن گاتے تھے اور ساتھ ہی آگ میں چاول، گھی وغیرہ بھی ڈالتے تھے جسے ہون کہتے ہیں۔ خاص موقعوں پر بھیڑ اور گھوڑوں کی قربانی کا بھی رواج تھا۔ ایران کی مید تہذیب کے لوگوں کے بارے میں بھی ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ سالانہ گھوڑے کی قربانی کرتے تھے۔ آریوں میں دیوتاؤں کی حمد و ثنا اور ہون کی یہ دونوں رسم گھر میں ہی ہوا کرتی تھی۔"[31]

سود

سود یعنی قرض کی واپسی پر زیادہ رقم لینا قدیم زمانے سے بہت سے معاشروں میں رائج رہا ہے۔ ابو ریحان البیرونی کتاب الہند میں سود کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مال کو سود سے بڑھانا حرام ہے اور اس ذریعہ سے اصل مال پر جس قدر زیادہ اضافہ ہوگا، اسی قدر زیادہ گناہ ہوگا۔ صرف شودر کو سود لینے کی اجازت ہے، اس شرط کے ساتھ کہ نفع راس المال کے پچاس سویں حصے (1/50 یا دو روپے سینکڑہ) سے بڑھنے نہ پائے۔"[32]

البیرونی نے سود کی اس سے زیادہ تفصیل بیان نہیں کی، البتہ حافظ محمد شارق نے اپنی کتاب میں ہندوؤں کے ہاں سود سے متعلق احکامات پر تفصیل سے لکھا ہے۔ ہندو قوانین کی مختلف کتب، تاریخی روایات اور مقدس صحائف سے اقتباسات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"اپنی اصل کے اعتبار سے وید میں بھی سود کی حرمت بیان ہوئی ہے لیکن بعد کی کتب میں اس کا جواز ہمیں عام ملتا ہے۔ بالخصوص وہ دور جب ذات پات کی تقسیم ہوئی تو ہر ایک طبقے کے لیے مذہبی احکامات علیحدہ کر دیئے گئے۔ چنانچہ برہمن اور کشتری کے لیے سودی لین دین کی بالکل ممانعت کر دی گئی"۔[33]

گائے کا تقدس اور حرمت کی وجہ

گائے کی حرمت ہندو مذہب کا ایک اہم ترین عنصر ہے، مولانا عبید اللہ ہندوؤں کے نزدیک گائے کے تقدس کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

"گائے کے جسم میں دیوتا جمع رہتے ہیں اور اس کی پوجا کا طریقہ یہ ہے کہ سونے کے سینگ بنوا کر اس کے سینگوں پر رکھے جائیں اور چاندی کے سم بنوا کر اس کے پیروں کے پاس رکھے جائیں اور ایک چاندی کا پترا اس کی پیٹھ پر رکھا جائے اور اس پر جھول ڈالی جائے اور یہ سب کرنے کے بعد اس کی پوجا کی جائے اور اس گائے کو برہمن کو دے دیا جائے۔ ہندو گائے کی بے انتہا تعظیم کرتے ہیں۔ حتی کہ اس کے گوبر اور پیشاب کو بھی نہ صرف پاک سمجھتے ہیں بلکہ پاک کرنے والا سمجھتے ہیں۔ گائے کی پانچ چیزوں یعنی گوبر، پیشاب، دودھ، دہی اور گھی کو "پنچ گپ" کہتے ہیں اور ان کے نزدیک ان چیزوں سے زیادہ کوئی اور چیز پاک نہیں ہے"۔[34]

تاہم حافظ محمد شارق مہاتما گاندھی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آئیڈیل ہندو گائے کے تقدس اور حرمت کا پابند رہتا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں یوں تو دیگر جانوروں کو بھی دیوی دیوتاؤں کے سواری یا اوتار کی وجہ سے پوجا جاتا ہے لیکن گائے کی حرمت کے ہاں خصوصی طور پر موجود ہے۔ گائے کی حرمت کی وجہ گو کہ ہندو متون مقدسہ میں واضح طور پر مذکور نہیں ہے، تاہم بحیثیت محقق ابوریحان البیرونی اور حافظ محمد شارق ایک ہی خیال کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس حرمت کی وجہ معاشی تھی۔ کتاب الہند میں ابوریحان البیرونی لکھتے ہیں:

"میرے خیال میں گائے کے حرام ہونے کا سبب ان دونوں میں سے ایک ہے (بیاض)۔ یا سیاسیات (یعنی معاشی مصلحت) کی وجہ سے اس لئے کہ یہ ایسا جانور ہے جو سفر اور بار برداری وغیرہ میں کام آتا ہے، کاشتکاری کے اندر کوڑنے اور جوتنے کا کام کرتا ہے۔ خانہ داری میں دودھ سے بنتی ہیں، مہیا کرتا ہے۔ پھر اس کے گوبر سے بھی اور جاڑے کے دنوں میں اس کے سانس سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس لئے وہ حرام قرار دیا گیا"۔[35]

حافظ محمد شارق اسی خیال کو تاریخ کے تناظر میں مزید مدلل انداز میں لکھتے ہیں:

"یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ وید کے جو جدید حصے گوشت خوری کی مذمت میں ہیں، ان میں بیان کردہ تلمیحات سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان شعرا کے پیش نظر اصل بات تقدیس سے زیادہ معاشی اہمیت تھی۔ وید کے بعض حصوں میں بھی گائے کو اسی تناظر میں اہمیت دی گئی ہے کہ اس نے زمین و آسمان کا اٹھایا ہوا ہے کیونکہ قدیم ہندوستان میں معاشی زندگی کو عملی لحاظ سے گائے اور بیل نے ہی اٹھایا ہوا تھا۔ گھریلو ضروریات سے لے کر زراعت تک کا دارومدار گائے اور بیل پر ہی تھا۔ اس بات کی وضاحت بھی ہم کر آئے ہیں سندھ طاس تہذیب جس کے بہت سے اجزا کا تعلق گوناگوں تعلقات رزمیہ تہذیب سے رہا ہے، گائے تقدیسی اہمیت کی حامل ہے۔ لہٰذا قوی امکان ہے کہ ہندو دھرم میں گائے اور بیل کی اہمیت اسی سبب ہے۔"[36]

چند سطور بعد لکھتے ہیں:

"اگر آپ گائے اور بیل کے اس معاشی اہمیت کے پس منظر کو سامنے رکھیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ آخر کیوں گائے سمیت تمام ناکارہ مویشیوں کا پکا کر کھا لینا کوئی برائی نہیں سمجھی گئی۔"[37]

یہاں یہ بات دلچسپ ہے کہ ابوریحان البیرونی نے یہ قول بعض لوگوں سے منسوب کیا ہے کہ مہابھارت سے قبل گائے ہنود کے ہاں حلال تھی۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ قول بے معنی معلوم ہوتا ہے۔[38] جبکہ یہی نقطہ نظر حافظ صاحب بھی ہندو اسکالرز اور قدیم صحائف کے حوالوں کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ کس طرح ہندو صحائف میں بے شمار شلوک گائے کی حرمت کے خلاف مذکور ہیں۔

خلاصہ کلام

ہندومت کے مطالعہ اور تحقیق میں البیرونی کا اسلوب انتہائی کارآمد اور اعلیٰ ہے۔ انھوں نے خود براہ راست ہنود سے استفادہ کر کے اس مذہب کا فہم حاصل کیا اور اس مذہب کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کیا۔ ابوریحان البیرونی نے ہندومت عقائد وافکار میں موجود سقم اور مشکلات کو سامنے لانے کی کامیاب سعی کی اور بالخصوص عقلی و فلسفیانہ دلائل سے ہندوؤں کے عقائد پر اچھی تنقید کی ہے۔ مسلم محققین کے ہاں ہندومت کی تفہیم کا رجحان کم ہی ملتا ہے البیرونی کے بعد چند ہی محققین ایسے سامنے آئے جنہوں نے ہندومت پر قابل ذکر

کام کیا ہے۔ مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تفہیم ہندومت سے متعلق زیادہ تر کام مناظرانہ اسلوب میں ہوا ہے، علمی و تحقیقی اسلوب میں چند ہی کتب ملتی ہیں جن میں انتہائی اہم ڈاکٹر مہر عبدالحق سومرو، مولانا شمس نوید عثمانی صاحب اور حافظ محمد شارق کی ہیں۔

حوالہ جات

---

1 سرسوتی، سوامی دیانند، ستیارتھ پرکاش، لاہور ۱۸۴۳ء، باب یازدہم، ص ۳۶۱۔

2 خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک، مترجم: مصباح اکرم، طاہر سنز اردو بازار، ۲۰۰۹ء، ص ۱۱۲، ۱۱۱۔

3 شارق، محمد (حافظ)، ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، ادارہ تحقیقات مذاہب، کتاب محل کراچی، ۲۰۱۷ء، ص ۹۵۔

4 سومرو مہر عبدالحق (ڈاکٹر)، ہندو صنمیات، بیکن بکس، گلگشت ملتان سلامت اقبال پرنٹنگ ہاؤس، ط/۱۵، اکتوبر ۱۹۸۸، ص ۱۱۔

5 شارق، محمد (حافظ)، ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، ص ۶۵۔

6 بحوالہ بالا، ص ۱۰۰۔

7 بحوالہ بالا، ص ۱۰۱، ۱۰۰۔

8 عثمانی، شمس نوید (مولانا)، اگر اب بھی نہ جاگے تو، مترجم: طارق، ایس عبداللہ، جسیم بک ڈپو، اردو بازار، جامع مسجد دہلی، ط/۱، فروری ۱۹۸۹ء، ص ۲۰۶۔

9 البیرونی، ابوریحان محمد بن احمد الخوارزمی (المتوفی ۴۴۰ھ)، تحقیق ماللھند من مقلۃ فی العقل او مرذولۃ، عالم الکتب، بیروت، ط/۲، ۱۴۰۳ء، ص ۱۳۷۔

10 شارق، محمد (حافظ)، ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، ص ۱۱۹۔

11 خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک، ص ۱۲۲۔

12 سومرو عبدالحق (ڈاکٹر) ہندو صنمیات، ص ۳۳۔

13 بحوالہ بالا، ص ۱۰۔

14 شارق، محمد (حافظ)، ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، ص ۱۱۴۔

15 برہدار نیک اُپنشد، باب ۴، منتر ۱۰۔

16 شارق محمد (حافظ)، ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، ص ۱۱۹۔

17 بحوالہ بالا، ص ۱۱۴۔

18 شارق، محمد (حافظ)، ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، ص ۱۱۶۔

19 سومرو، مہر عبدالحق (ڈاکٹر)، ہندو صنمیات، ص ۳۵۰۔

[20] ایم کے گاندھی، ہندو دھرم، نوجیون پبلیشنگ ہاؤس، احمد آباد، ۱۹۵۰ء، ص ۴۔

[21] چوپڑا، ہیر لال (ڈاکٹر)، گگن کا مذہب عالم نمبر، ص ۱۲۱۔

[22] عبید اللہ، محمد (سابق اننت رام، مولانا) تحفۃ الہند، مکی دار لکتب، غزنی سٹریٹ یوسف مارکیٹ، لاہور، ستمبر ۱۹۹۷ء، ص ۵۰۔

[23] شارق، محمد (حافظ)، ہندو مت کا تفصیلی مطالعہ، ص ٦٦۔

[24] عبید اللہ، محمد (سابق اننت رام، مولانا) تحفۃ الہند، ص ۱۳۸، ۱۳۷۔

[25] شارق، محمد (حافظ) ہندو مت کا تفصیلی مطالعہ، ص ۱۰۷، ۱۰۵۔

[26] البیرونی، ابوریحان محمد بن احمد الخوارزمی (المتوفی ۴۴۰ھ) تحقیق مالھند من مقولۃ فی العقل او مرذولۃ، ص ۱۸۔

[27] بان گستاولی (ڈاکٹر)، تمدن ہند، مترجم: علی بلگرامی (شمس العلماء، ڈاکٹر، مولوی، سید) در مطبع شمسی آگرہ باہتمام محمد ابراہیم خان شمسی زیور طبع پوشید، ۱۹۱۳ء، ص ۳۲۲۔

[28] شارق، محمد (حافظ)، ہندو مت اور اسلام، (مشترکہ اقدار اور پیروکاروں کے باہمی تعامل کی تاریخ)، دار لمصحف، ۳۷ فرسٹ فلور گوہر سینٹر وحدت روڈ، نزد مسلم ٹاؤن موڑ، لاہور، اکتوبر ۲۰۱۵ء، ص ۱۲۴۔

[29] البیرونی، ابوریحان محمد بن احمد الخوارزمی (المتوفی ۴۴۰ھ)، تحقیق مالھند من مقولۃ فی العقل او مرذولۃ، ص ۱۵۳، ۱۵۲۔

[30] شارق، محمد (حافظ)، ہندو مت کا تفصیلی مطالعہ، ص ۳۰۹۔

[31] بحوالہ بالا، ص ۵۹۔

[32] البیرونی، ابوریحان محمد بن احمد الخوارزمی (المتوفی ۴۴۰ھ)، تحقیق مالھند من مقولۃ فی العقل او مرذولۃ، ص ۱٦۲۔

[33] شارق، محمد (حافظ)، ہندو مت کا تفصیلی مطالعہ، ص ۳۳۲۔

[34] عبید اللہ، محمد (سابق اننت رام، مولانا)، تحفۃ الہند، ص ۱۰۷۔

[35] البیرونی، ابوریحان محمد بن احمد الخوارزمی (المتوفی ۴۴۰ھ)، تحقیق مالھند من مقولۃ فی العقل او مرذولۃ، ص ۱٦۴۔

[36] شارق، محمد (حافظ)، ہندو مت کا تفصیلی مطالعہ، ص ۳۴۸۔

[37] بحوالہ بالا، ص ۳۴۸۔

[38] البیرونی، ابوریحان محمد بن احمد الخوارزمی (المتوفی ۴۴۰ھ)، تحقیق مالھند من مقولۃ فی العقل او مرذولۃ، ص ۱٦۴۔